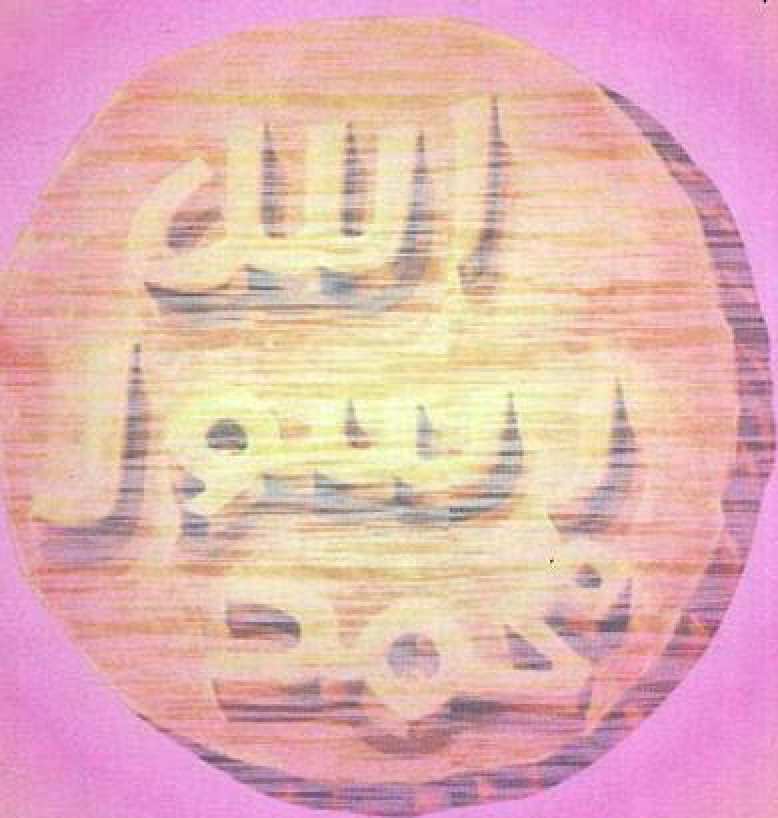
اسلام اور توہین رسالت



پروفیسر ثریا بتول علوی

تنظیم اساتذہ پاکستان (خواتین)

اسلام اور توہین رسالت

پس منظر' لائحہ عمل

پروفیسر ثریا بتول علوی

تنظیم اساتذہ پاکستان (خواتین)

کتاب	:	اسلام اور توہین رسالت
مصنفہ	:	پروفیسر ثریا بتول علوی
سرورق	:	آغا علی حسن قزلباش
اہتمام	:	تنظیم اساتذہ پاکستان (خواتین)
طباعت	:	جون 2006ء
قیمت	:	10 روپے

ترتیب

حرفِ اوّل

اللہ تعالیٰ نے انسان کو تخلیق کرتے وقت اُسے ایمان کے ساتھ غیرت وحمیت کی دولت بھی عطا کی۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک آنے والے اللہ کے نبیوں اور رسولوں نے انسانوں کو یہی درس دیا کہ وہ اپنے رب کو پہچانیں اور اس کی بندگی کریں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ پیغام اپنے پیغمبروں کے ذریعے بھیجا اور ان کو پاکیزہ جذبوں کی دولت سے بھی نوازا، جن میں سب سے اعلیٰ درجہ اللہ تعالیٰ سے محبت کا ہے اور پھر محبتوں کا مرکز اس کے رسول اور نبی ہیں۔ ان برگزیدہ شخصیتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو احترام اور مرتبے میں اللہ تعالیٰ کے فوراً بعد سب سے بلند مقام حاصل ہے۔

موجودہ زمانے کے نام نہاد جدیدیت پسند مغربی ممالک جہاں انسانی قدروں کو پامال کر رہے ہیں، وہیں درندگی پر مبنی اپنی تہذیب کو دوسروں کی توہین، تذلیل اور ہلاکت پر ابھار رہے ہیں۔ اس سنگین پس منظر سے پیدا شدہ صورت حال پر پاکستان کی ممتاز معلّمہ اور علوم اسلامیہ سے گہری وابستگی کی مالک پروفیسر ثریا بتول علوی صاحبہ نے یہ فاضلانہ مقالہ تحریر کیا ہے، جس کے آئینے میں موجودہ حالات وواقعات کو ٹھیک ٹھیک تناظر میں دیکھا اور اسلامی تعلیمات کے مطابق لائحہ عمل تلاش کیا جا سکتا ہے۔

نگہت منصور

صدر تنظیم اساتذہ پا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام میں عقیدۂ توحید کے بعد دوسرے نمبر پر عقیدۂ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا بڑا ضروری ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ تمام پیغمبروں پر ایمان لائیں، ان کا ادب واحترام کریں اور پھر نبی آخرالزماں کی ذات اقدس پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ ان کی اطاعت کریں اور جملہ امورِ حیات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی بھی کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

1. • لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ۔ (سورۂ احزاب:۲۱) 'درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخر کا امیدوار ہو۔'

2. • قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ۔ (آل عمران:۳۱) 'اے نبیؐ! لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا'۔

3. • مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (سورۂ نساء:۸۰) 'جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی'۔

قرآن کریم کی ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کا بہترین نمونہ موجود ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے سے ہی مسلمان اللہ کو راضی کر کے اس کی محبت حاصل کر سکتے ہیں، اور یہی محبت مسلمانوں کے گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہوگی۔ تیسری آیت میں تو اللہ نے اطاعت رسول کو عین اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ رسولؐ اللہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نمائندے ہیں، آپؐ نے نہ صرف اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بندوں تک پہنچایا بلکہ ان پر عمل کر کے بھی

دکھایا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ؐکی اطاعت کو اپنی اطاعت اور آپ ؐکی نافرمانی کو اپنی نافرمانی قرار دیا ہے۔

حب رسول ؐاطاعت رسول ؐکی بنیاد ہے۔

یہ ایک واضح امر ہے کہ کسی شخص کی اطاعت اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ دل میں اس کی مکمل محبت موجود نہ ہو۔ اس لیے نبی پاک ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی ایمان کلی کا لازمی تقاضا قرار دی گئی ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کو مسلمانوں کے لیے لازمی قرار دیا گیا ہے اور آپ ؐکی توہین کرنے سے منع کر دیا گیا ہے۔

سورۂ توبہ آیت نمبر ۲۴ میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے دنیا اور آخرت میں سخت عذاب کی وعیدیں سنائی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ؐکے مقابلے میں اپنے عزیز و اقارب اور مال وتجارت کو زیادہ عزیز رکھتے ہیں:

1 • اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ (سورۂ احزاب ۶:۳۳) بلاشبہ نبی ؐتو اہل ایمان کے لیے ان کی اپنی ذات پر مقدم ہے'۔

خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

2 لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔ 'تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کے والدین، اولاد اور دیگر سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں'۔

3 ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے آپ ؐسے اپنے ماں باپ اور اہل وعیال سے زیادہ محبت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر یوں کہو ''مجھے اپنی ذات سے بھی زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے''۔ انھوں نے عرض کیا، یارسول اللہ! مجھے آپ ؐسے' اپنی ذات سے بھی زیادہ محبت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر اب بات بنی ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع اس وقت تک ممکن نہیں جب

تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل کی گہرائیوں تک جاگزیں نہ ہو جائے۔ خوف کبھی اطاعت کی بنیاد نہیں بن سکتا، صرف والہانہ محبت ہی اطاعت کی بنیاد بنتی ہے۔ لہٰذا حبِّ رسولؐ کو ایمان کا لازمی تقاضا قرار دیا گیا ہے۔ مسلمانوں کے دلوں میں حضورؐ کی محبت بٹھا دی گئی ہے مسلمان جب حضور پاکؐ کا نام لیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان (فِداہ اُمّی و اَبی)۔ ساتھ ہی آپ پر درود وسلام کا تحفہ بھی ضرور بھیجتے ہیں۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی سزا

جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ایمان کا لازمی تقاضا ہے بالکل اسی طرح رسول اللہؐ کی حرمت کا دفاع کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ مسلمانوں پر آپؐ کا یہ حق بنتا ہے کہ کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف گستاخی یا زبان درازی نہ کرنے دیں۔ نہ خود شعائر اسلام کا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمسخر اڑائیں اور نہ کسی دوسرے کو ایسا کرنے دیں۔ سعودی عرب کے معروف عالم دین محمد بن صالح فرماتے ہیں: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلمانوں پر حق بنتا ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے خلاف کی گئی زبان درازیوں کا مؤثر دفاع کریں اور خلاف اسلام پروپیگنڈے کا منہ توڑ جواب دیں''۔

قرآن پاک میں سورۂ توبہ کے چودھویں رکوع میں ان منافقوں کی سازشیں بیان کی گئی ہیں جو انھوں نے غزوۂ تبوک کی تیاری کے موقع پر مخلص مومنوں کو غزوے میں جانے سے روکنے کے سلسلے میں کیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سخت سست باتیں کہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

(1) • وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ (توبہ۹:۶۱) 'اور جولوگ اللہ کے رسولؐ کو دکھ دیتے ہیں ان کے لیے دردناک سزا ہے'۔

(2) • قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَاتَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ۔ (سورۂ توبہ۹:۶۵-۶۶) 'ان سے کہو کیا تمھاری ہنسی دل لگی اللہ، اور اس کی آیات اور اس کے رسولؐ ہی کے ساتھ تھی؟ اب عذرات نہ تراشو۔ تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے'۔

(3) آیت نمبر ۷۴ میں مزید فرمایا ''وہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ انھوں نے کچھ نہیں کہا حالاں کہ انھوں نے کفریہ کلمات کہے ہیں اور اسلام لانے کے بعد کفر کے مرتکب ہو چکے ہیں۔ اب اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہے اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا و آخرت میں دردناک عذاب دے گا۔ پھر روئے زمین پر ان کے لیے کوئی دوست ہوگا نہ مددگار''۔

اسی طرح سورۂ احزاب میں فرمان الٰہی ہے:

(4) ● اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّلَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا۔ (سورۂ احزاب ۳۳:۵۷)' جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ نے لعنت فرمائی ہے'۔

لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والا خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، قرآن پاک کے مندرجہ بالا احکامات کے مطابق حد کے طور پر واجب القتل ہے۔

اس میں نیت کا کوئی مسئلہ نہیں بظاہر ایسے الفاظ بھی جرم سمجھے جائیں گے، مثلاً قرآن پاک نے اہل ایمان کو یہودیوں کی دیکھا دیکھی ''راعنا'' کا لفظ کہنے سے منع کر دیا کہ اس سے غلطی یا غلط فہمی کا شبہ ہوتا تھا، اور صاف اُنْظُرْنَا کہنے کی تلقین فرمائی۔ (سورۂ بقرہ:۱۰۴)

اقوال علماء امام ابن تیمیہ اپنی معرکہ آرا تصنیف "الصارم المسلول علی شاتم الرسول" میں قرآن و سنت، آثار صحابہ کرام اور مسلمانوں کے مذاہب اربعہ کے اقوال جمع کرنے کے بعد لکھتے ہیں: (1) ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و اعانت اور اکرام و احترام واجب اور آپ کو برا بھلا کہنے والے کو قتل کرنا واجب ہے''۔ (2) اندلس کے قاضی القضاۃ قاضی عیاض نے اپنی معروف تصنیف ''کتاب الشفا'' میں توہین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر کئی ابواب قلم بند کیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ ''تمام علمائے امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شاتم رسول یا وہ شخص جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں نقص نکالے کافر اور مستحق وعید و عذاب ہے اور پوری امت کے نزدیک واجب القتل ہے''۔ (3) اسی طرح امام مالکؒ نے فرمایا: ''جو شخص حضور کو یا کسی اور نبی کو گالی دے اسے قتل کیا جائے اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر۔

حال ہی میں محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ نے اپنی کتاب ''ناموس رسول صلی اللہ

علیہ وسلم اور قانون توہین رسالت" میں کتاب وسنت، عہد نبوی و خلفائے راشدین اور تاریخ سے بڑی ٹھوس مثالیں دے کر ثابت کیا ہے کہ ایسا شخص واجب القتل ہے۔

عہد نبوی میں شاتمان رسولؐ

۱۔ غزوۂ بدر کے اسیروں میں نضر بن حارث شامل تھا۔ جو مکی زندگی میں آپ کو بہت زیادہ طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا کرتا تھا۔ اس نے ایران سے کئی قصے کہانیاں لاکر لوگوں میں پھیلا دی تھیں تا کہ لوگ اسلام سے دور رہیں۔ آپؐ کے حکم پر حضرت علیؓ نے اس کو قتل کر دیا۔

۲۔ انھی اسیران بدر میں سے عُقْبَہ بن اَبِی مُعَیط کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر حضرت علیؓ نے قتل کر دیا۔ اس نے حرم مکہ میں نماز پڑھتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن پر ایک بار اونٹ کی اوجھ لا کر رکھ دی تھی۔ اور ایک بار دوران نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک کے گرد زور سے چادر باندھ کر کھینچی تھی۔

۳۔ ایک نابینا صحابی عمیرؓ بن عدی نے "عصماء" نامی یہودی شاعرہ کو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہجویہ اشعار کہتی تھی، قتل کر دیا تو آپؐ نے اس کا خون ساقط کیا اور صحابیؓ کو بینا اور بصیر کا خطاب دیا۔

۴۔ کعب بن اشرف یہودی کا گھر اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف سازشوں کا اڈہ تھا۔ اس نے غزوہ بدر کے بعد مکہ جا کر لوگوں کو خوب بھڑکایا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہجویہ اشعار بھی کہتا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: "کون ہے جو مجھے اس کی اذیتوں سے نجات دے"۔ چناں چہ محمد بن مسلمہؓ نے اپنے چند ساتھیوں کی مدد سے اس کا کام تمام کر دیا۔

۵۔ اسی طرح ایک اور یہودی ابو رافع سلام خیبر میں رہتا تھا۔ مگر مدینہ کے یہودیوں سے برابر خلاف اسلام ساز باز میں لگا رہتا۔ یہ بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ایک صحابی عبداللہ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔

فتح مکہ کے موقع پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام معافی کا اعلان فرمایا، چند گستاخ ایسے بھی تھے جو اس موقع پر توہین رسالت کے قانون کے تحت واجب القتل قرار

پائے۔ مثلاً عبداللہ بن خطل اور اس کی دو کنیزیں: ارتب اور ام سعد۔ بہر حال تقریباً پندرہ لوگ عہدِ نبویؐ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اس جرم میں قتل کیے گئے۔

توہین رسالت کی سزا کیوں ضروری ہے؟

ناموسِ رسالت کے بارے میں غیرت الٰہی اس قدر حساس ہے کہ قرآن نے گستاخان رسولؐ کو ہمیشہ سخت لہجے میں جواب دیا، ان پر لعنتیں بھیجیں، ان کو عذاب الیم کی وعیدیں سنائیں۔ مثلاً ابولہب کے بارے میں سورۂ لہب نازل فرمائی۔ امیہ بن خلف کے بارے میں سورۂ ھُمَزَۃ۔ ابی بن خلف کے بارے میں سورۂ یٰسین کی آیات ۷۸ سے ۸۳۔ عقبہ بن ابی مُعَیط کے بارے میں سورۂ فرقان کی آیات ۲۷ تا ۳۱۔ ولید بن مغیرہ کے بارے میں سورۂ زخرف آیات ۳۱،۳۲ اور سورۂ قلم کی آیات ۸ سے ۱۶، نَضر بن حارث کے بارے میں سورۂ لقمان ۶، ۷۔ عاص بن وائل کے بارے میں سورۂ کوثر مکمل نازل ہوئیں۔

یہ تو رب ذوالجلال کا توہین رسالت کے بارے میں ردعمل تھا۔ ان سب دشمنوں کا خوف ناک انجام کس کو معلوم نہیں، خصوصاً ابولہب جس پر قرآن پاک میں قیامت تک پھٹکار ڈالی گئی۔ اس کے بیٹے عتبہ، ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل وغیرہ کی موتیں بہت زیادہ عبرت ناک اور دردناک تھیں۔

جب اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع مسلمانوں پر لازمی قرار دی تو اس کے لیے دلوں میں حبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ بیدار کیا اور توہین رسالتؐ سے خود بھی آپؐ کا دفاع کیا اور مسلمانوں کے لیے بھی حرمتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرنا واجب قرار دیا۔ جب تک آپؐ کی سچی محبت دل میں موجود نہیں کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کیسے کرسکتا ہے۔ اللہ کی محبت کیسے حاصل کرسکتا ہے۔ دنیا میں بہترین اسوۂ حسنہ کا خادم کیسے بن سکتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے کہ

خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثربؐ کی حرمت پر

2. پھر جو رسولؐ کل جہاں کے لیے باعث رحمت بن کر آیا تھا کیا اسی کی عزت محفوظ نہ ہو؟ آپؐ کے احترام کا حق تو سب سے بڑا حق ہے۔ اس کو مانیں تو ہم مسلمان ہیں اور کوئی

حکومت اس کو تسلیم کرے تو وہ اسلامی ریاست بن سکتی ہے۔ کوئی اسلامی ریاست نبی پاکؐ کے حقوقِ احترام کا تحفظ کیے بغیر اسلامی نہیں کہلا سکتی۔

3. اگر غداری کے جرم پر سزائے موت کے اطلاق کو جدید سیکولر ذہن غیر عقلی یا غیر انسانی نہیں سمجھتا اور بادشاہ یا ملکہ کو مافوق الفطرت ہستی سمجھتے ہوئے ان کے برتر حقوق کی فوقیت کا قائل ہے۔ اور ان کی توہین کرنے والوں کے لیے سزائے موت کا قائل ہے تو پھر وہ نبی آخر الزماںؐ کی عظمت سے کیوں انکاری ہے؟

4. جب سیکولر ذہن ہر شہری کے بنیادی حقوق کا قائل ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کے حق سے کیوں انکار کرتا ہے؟ خصوصاً اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے تو پھر یہ مسلمان کی زندگی میں سب سے بڑا حق (حقوق العباد میں سے) حق رسالت ہی تو ہے۔ اس حق کا دفاع کیوں نہ کیا جائے؟

5. انسانی حقوق میں درجہ بندی اور حفظ مراتب موجود ہے۔ ماں کا حق بیٹے پر فائق ہے۔ استاد کا شاگرد پر فائق ہے۔ ماں اور استاد کا حق اس لیے فائق ہے کہ انھوں نے انسانیت کے لیے زیادہ خدمات انجام دی ہیں تو پھر اس کائنات میں انسانوں کے لیے سب سے زیادہ خدمات آپؐ کی ہیں۔ سید سلیمان ندوی کے الفاظ میں: ''عالم کائنات کا سب سے بڑا مقدم فرض اور سب سے زیادہ مقدس خدمت یہ ہے کہ نفوس انسانی کے اخلاق و تربیت کی اصلاح و تکمیل کی جائے'' (سیرت النبی: ج ا۔ص ا)۔ تو پھر انبیا اور رسول وہ نفوس قدسیہ ہیں' جنھوں نے بے لوث ہو کر یہ خدمت انجام دی ہے اور یہ خدمت حضور ختمی مرتبتؐ نے سب سے بڑھ کر انجام دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری کائنات کے لیے رحمت اللعالمین ہیں۔ انسانی عظمت کا درجہ قد کاٹھ سے نہیں بلکہ خدمات انسانی کے لحاظ سے متعیّن کیا جاتا ہے۔ یورپ اور مغرب جنھیں آج کل حیوانات اور کتے بلّیوں کے حقوق کا بڑا احساس ہے اور ان کے حقوق صحیح ادا نہ کرنے والوں پر مقدمے اور جرمانے عاید کیے جارہے ہیں اور جہاں ہر سال انسانیت کی

خدمت کرنے والوں کے اعتراف میں ان کو نوبل انعام دیا جاتا ہے، وہ محسن انسانیت کے حقوق کے تحفظ پر کیوں غیظ وغضب سے بھر جاتا ہے۔ درحقیقت محسن انسانیت کے حقوق کا تحفظ کیے بغیر انسانی حقوق کا نعرہ کھوکھلا اور بودا ہے۔

تاریخی ثبوت

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی مسلمانوں میں یہ سزا جانی پہچانی تھی۔ لہٰذا اس سلسلے میں مسلمان کسی سمجھوتے کے قائل نہ تھے۔ سپین میں عبدالرحمٰن ثانی کے عہد میں ایک عیسائی پولوجیس نے مسلمانوں کی مذہبی رواداری کے حق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک تحریک برپا کی کہ پادری پیغمبر اسلامؐ پر سبّ وشتم کرتے ہوئے اپنی جانیں دے دیں۔ تو قاضی وقت نے فوراً ایسے لوگوں پر سزائے قتل نافذ کی۔ جب ان دانستہ قتل ہونے والوں کی تعداد گیارہ ہوئی جو ایسے قتل کو آسمانی بادشاہت میں داخل ہونے کا زینہ سمجھتے تھے تو خود سمجھ دار پادریوں نے مل کر ان کو اس خودکشی سے روکا۔ اور بتایا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے سے وہ آسمانی بادشاہت میں داخل نہیں ہوسکیں گے۔ اس تاریخی واقعے کا ذکر کرتے ہوئے عیسائی مؤرخ سٹینلے لین پول نے عیسائیوں کو ہی قصوروار ٹھہرایا ہے۔

(۲) ہندستان میں بھی یہ قانون اسی طرح لاگو تھا۔ اکبر جیسے لبرل بادشاہ کے عہد میں متھرا کے ایک برہمن نے یہ گستاخی کی تو اکبر چاہنے کے باوجود اور اپنی لاڈلی ہندو بیوی کی سفارش کے باوجود کچھ نہ کرسکا۔ قاضی نے اپنا فیصلہ سنا دیا اور بالآخر وہ برہمن قتل کردیا گیا۔

(۳) دوسرا کیس ۱۷۳۴ء میں پیش آیا۔ سیالکوٹ کا پندرہ سالہ راجپوت طالب علم حقیقت رائے نبیؐ پاک اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی شان میں گستاخانہ کلمات بکنے لگا۔ اس وقت زکریا خاں (حاکم پنجاب) نے کوئی سفارش نہ سنی اور عدالتی کارروائی کے بعد اس کو سزائے موت دے دی گئی اور اس کی گردن اڑا دی گئی۔

چناں چہ طویل ترین تاریخ اسلام میں جہاں جہاں اسلامی حکومت موجود تھی۔ توہین رسولؐ کی سزا، سزائے موت برقرار رہی۔ تمام آئمہ فقہ، گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہے وہ

مسلمان ہو یا کافر بالاتفاق واجب القتل قرار دیتے ہیں۔

(4) فقہ جعفریہ کی رو سے تو گستاخ رسول موقع واردات پر ہی واجب القتل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام خمینی نے ملعون سلمان رشدی کو واجب القتل قرار دینے کا فتویٰ فوراً جاری کر دیا اور اہل مغرب نے ان سے یہ فتویٰ واپس لینے کے لیے بہت دباؤ ڈالا مگر وہ آج تک اپنے اس مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ ایرانی حکومت کا یہ فتویٰ اب بھی سلمان رشدی کو عملاً نظر بند کیے ہوئے ہے۔

جب مسلم ممالک میں انگریزوں کی حکومت قائم ہوئی تو انھوں نے ہر جگہ یہ قانون ختم کر دیا مگر غازی علم دینؒ اور غازی عبدالقیوم جیسے جانبازوں نے ایسے لوگوں کو پکڑ کر خود ہی حوالۂ جہنم کر دیا۔

توہین رسالت اور قانون سازی

ویسے تو قادیانیت توہین رسالت ہی کا دوسرا نام ہے مگر قادیانیوں کو جب 1974ء میں غیر مسلم قرار دیا گیا' تب سے قادیانی گروہ' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بہت زیادہ توہین آمیز رویہ اختیار کرنے لگا۔ اس کے علاوہ انھوں نے عیسائیوں کو بھی بھڑکایا۔ بیرون ملک پاکستان میں مذہبی جبر کا بہت واویلا کیا۔

مغرب زدہ تعلیم یافتہ طبقہ بھی دین سے بے زار ہونے کی بنا پر بسا اوقات ان کی بے ہودہ گوئی میں ان کا ہمنوا بن جاتا ہے۔ چناں چہ ۱۹۸۴ء میں ایک ایسی ہی دین بے زار پاکستانی خاتون عاصمہ جہانگیر، جس کا اپنا شوہر قادیانی ہے اور جو بعد میں اپنی ملحدانہ دین بیزار پالیسیوں کی وجہ سے پاکستان میں نام نہاد ''انسانی حقوق کمیشن پاکستان'' کی چیئرپرسن بھی بنائی گئی، نے ایک سیمی نار میں نبی کریمؐ کی شان اقدس میں نازیبا کلمات کہے تو معروف ایڈووکیٹ جناب محمد اسماعیل قریشی اس پر تڑپ اٹھے۔ انھوں نے اس کے خلاف فیڈرل شریعت کورٹ میں رٹ دائر کر دی۔ اس وقت تعزیرات پاکستان کی رو سے دفعہ ۲۹۵/اے کے تحت توہین مذہب اور گستاخی رسول (Blasphemy) کی سزا صرف دو سال قید مقرر تھی۔ پارلیمنٹ کے اندر قومی اسمبلی کی رکن آپا نثار فاطمہ مرحومہ نے اس بحث کو وسعت دی اور دو سال کی مسلسل

کوشش کے بعد یہ سزا ۲۹۵سی کے طور پر ''سزائے موت یا عمر قید'' کر دی گئی۔ مگر جناب اسماعیل قریشی اس پر مطمئن نہ تھے۔ انھوں نے وکلا، علما کرام اور فعال مسلمان خصوصاً آپا نثار فاطمہ مرحومہ کے تعاون سے دوبارہ فیڈرل شریعت کورٹ میں اپیل دائر کر دی کہ توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی واحد سزا سزائے موت ''حد'' ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ہے کوئی شخص اس میں کمی بیشی نہیں کرسکتا۔ یہ ناقابل معافی جرم ہے۔

جناب قریشی کے اپنے الفاظ میں ''دفعہ ۲۹۵ میں'' سزائے موت کے ساتھ ''عمر قید'' کا لفظ مکمل اسلامی سزا کے خلاف تھا۔ اس لیے وفاقی شرعی عدالت نے اکتوبر 1990ء میں اپنے فیصلے میں صدرِ پاکستان کو ہدایت کی کہ وہ 30 اپریل 1991ء تک اس قانون کی اصلاح کریں اور ''عمر قید'' کے الفاظ ختم کر دیں اور اگر مقررہ تاریخ تک ایسا نہ کیا گیا تو پھر اس کے بعد یہ الفاظ خود بخود کالعدم ہو جائیں گے اور صرف سزائے موت ملک کا قانون بن جائے گا۔ چناں چہ مقررہ تاریخ تک یہ کام نہ ہو سکا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے مطابق یہ الفاظ خود بخود کالعدم ہو گئے''۔ اس طرح شان اقدس میں گستاخی کرنے والے کے لیے سزائے موت کا قانون نافذ ہو گیا۔

حکومت نے اس سزا کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی۔ مگر بعد میں زبردست عوامی احتجاج کے بعد واپس لے لی گئی۔ اس طرح (دفعہ 295/سی کے تحت) پاکستان میں توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی واحد سزا، سزائے موت بطور حد مقرر ہو گئی۔

عیسائی اور قادیانی گٹھ جوڑ

اگر چہ عیسائیوں اور یہودیوں کے ہاں قانوناً توہین موسیٰؑ اور توہین عیسیٰؑ پر پھانسی کی سزا مقرر رہی ہے، اور اب بھی قانوناً قید کی سزا مقرر ہے، مگر عملاً معاملہ مختلف ہے۔ وہ ابتدا ہی سے دین بے زار اور انبیاء کرامؑ پر بہتان طرازی کرنے والے ہیں۔ بلکہ یہودی اور عیسائی دونوں نے خود اللہ تعالیٰ کے بارے میں فضول الزام تراشیاں اور گستاخیاں کی ہیں اور انبیا کے اوپر بڑے گھناؤنے الزام لگائے ہیں۔ طبعاً ان کا مزاج ایسا ہے کہ وہ پیغمبروں کے بارے میں دشنام طرازی کے عادی ہیں۔ البتہ حضرت عیسیٰؑ کا دفاع وہ سولھویں صدی تک کرتے رہے ہیں

بلکہ انھوں نے تثلیث اور کفارہ کے عقیدے گھڑ کر حضرت عیسیٰؑ کو بھی مطعون کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ تاہم سولھویں صدی کے بعد جب ''آزادیِ افکار'' کا ان کے ہاں چرچا بڑھا تو حضرت عیسیٰ بھی ان کی خرافات سے محفوظ نہ رہ سکے۔ ان کے ہاں یہ نظریہ ہے کہ عیسائیت کے تحفظ یا اللہ کی توہین پر کسی قانونی گرفت کی ضرورت نہیں۔ ایک دفعہ بی بی سی ٹیلی ویژن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جنسی زندگی کے بارے میں بے ہودہ فلم بنائی اور دکھائی گئی۔ دنیا نے اسے حیرت یا بے حسی سے دیکھا لیکن سوائے مسلمانوں کے کسی نے اس پر احتجاج نہ کیا۔ پھر مسلمانوں کے شدید احتجاج پر نہ صرف ان کو فلم بند کرنا پڑی بلکہ انھوں نے مسلمانوں سے اس شرانگیز فلم کے بارے میں معافی بھی مانگی۔ اسی طرح ایک پادری اینگلیکن مونٹ فائر نے ہم جنس پرستی کے جواز میں جولائی 1927ء میں یہ لچر اور گھناؤنی دلیل پیش کی کہ حضرت عیسیٰؑ نے شادی نہیں کی اور مجرد ہی رہے کیوں کہ وہ ویسے ہی کام چلا لیا کرتے تھے، نعوذ باللہ۔

جو قوم اپنے پیغمبروں کے سلسلے میں اتنی بے ہودہ طرز فکر رکھنے والی ہے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں گستاخی کرنے میں کتنی دلیر ہوسکتی ہے، جب کہ وہ ان کو پیغمبر تسلیم بھی نہیں کرتی۔ اس لیے وہ علانیہ کہتے ہیں کہ تم عیسیٰ کو جو مرضی کہہ لو ہم احتجاج نہیں کرتے، ان کے خیال میں ان کو ناموس رسالتؐ کا پابند کرنا آزادیِ اظہار کے خلاف، بنیادی انسانی حقوق کے خلاف اور عیسائیوں کے قتل کا لائسنس ہے۔ دین سے محبت ان کے خیال میں دورِ جدید کے لبرل تقاضوں سے متصادم ہے۔

جب سے پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا ہے وہ بھی اس قانون کے خلاف بڑے سرگرم ہیں۔ ان کے سارے عقاید ہی توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہیں۔ چناں چہ وطن عزیز میں بیش تر قادیانیوں نے عیسائیوں کو بھی بڑھکایا۔ این جی اوز نے بنیادی انسانی حقوق کا واویلا شروع کر دیا جب کہ ان این جی اوز کی اکثریت قادیانیوں پر ہی مشتمل ہے۔ اس طرح قادیانیوں اور عیسائیوں کے گٹھ جوڑ اور این جی اوز کے پروپیگنڈے نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ اقوام متحدہ میں پاکستان کے قانون توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے

خلاف اعتراضات اٹھائے گئے۔ امریکا برطانیہ اور جرمنی کے حکمرانوں نے الگ الگ پاکستانی حکومتوں کو یہ قانون ختم کرنے کے لیے دباؤ ڈالا۔

ایک عیسائی جریدے پندرہ روزہ شاداب ۱۶ جنوری تا ۳۱ جنوری ۱۹۹۶ء لاہور میں یہ خبر شائع ہوئی۔ ''۱۴ دسمبر ۱۹۹۵ء کو جرمنی کی ایک مسیحی امدادی انجمن ''میسو آخن'' کی رہنمائی میں توہین رسالت ۲۹۵ سی قانون کے خلاف دستخطوں کی مہم کا آغاز ہوا۔ ۸۸ ہزار جرمنوں نے اس قانون کے خاتمے کا مطالبہ کیا۔ پھر جرمنی کے وزیر خارجہ نے ان اٹھاسی ہزار جرمنوں کے دستخطوں کے موٹے موٹے دستے پاکستانی سفیر کے حوالے کیے۔''

غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ہمارا مغرب زدہ طبقہ اہل مغرب کی ہرزہ سرائیوں اور یاوہ گوئیوں میں خود ان کا ہم نوا بن جاتا ہے۔ سابقہ وزیراعظم پاکستان بے نظیر بھٹو دین کے خلاف متعدد مرتبہ گستاخی کرنے کی مرتکب ہوئی۔ مثلاً پاکستان اسمبلی میں اسلامی سزاؤں کو وحشیانہ کہنا، عورتوں کی آدھی شہادت کو غلط کہہ کر اس کو پورا قرار دینا۔ جلسہ عام میں ''اذان بج رہا ہے'' جیسے کلمے کہنا، پھر شمالی افریقہ کی غیر مسلم خاتون ونی منڈیلا کی شان میں قصیدہ پڑھتے ہوئے اس کو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی طرح قرار دینا وغیرہ۔

تکریم انسانیت کے نقیب ایک ارب سے زیادہ مسلمانوں کی آنکھوں کے نور، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہرزہ سرائی کریں، دوسری طرف وہ اسی طرح کی یاوہ گوئی کرنے والے سلمان رشدی کی حفاظت پر سالانہ کروڑوں ڈالر خرچ کریں، کہیں تسلیمہ نسرین جیسی گستاخ عورت کو انسانی حقوق کے نام پر پناہ دیں، اور ہم سلامت مسیح، رحمت مسیح جیسے گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یورپ کی خوش نودی کے لیے عدالتوں سے باعزت بری کروا کر فرار کراتے رہیں۔ ایسے میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی روح ہم سے پوچھ رہی ہے کہ کون ہے جو ان گستاخ دشمنوں سے مجھے بچائے؟

چناں چہ بے نظیر دور حکومت میں شدید دباؤ کے پیش نظر جب ایسے کیس میں ایف آئی آر درج کرنے کے لیے مجسٹریٹ کی منظوری کو لازمی قرار دیا گیا تو وطن عزیز میں ہر کہ ومہ اس ترمیم کے خلاف بے تاب ہوگیا۔ ملی یکجہتی کونسل کی اپیل پر ۲۹ مئی ۱۹۹۵ء کو ملک بھر

میں مکمل اور منظم ہڑتال ہوئی۔ جس سے حکومت کو یقین دہانی کروانی پڑی کہ وہ اس میں ترمیم کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔ تب سے یہ دباؤ اسی طرح ہر حکومت پر موجود رہا ہے۔ جنرل پرویز مشرف کی حکومت نے بھی ایف آئی آر کے اندراج میں تبدیلی کرنے کا عندیہ دے دیا۔ مگر پھر مارچ ۲۰۰۰ء میں ملک بھر میں طوفان برپا ہو گیا۔ دینی جماعتوں اور شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانوں کا بے پناہ مطالبہ دیکھ کر ۱۶ مئی ۲۰۰۰ء کو صدر جنرل پرویز مشرف صاحب نے واضح طور پر اعلان کیا کہ وہ اس طرح کی کوئی ترمیم نہیں کریں گے جسے عوام نہ چاہتے ہوں۔

دراصل دشمن، قانون توہین رسالت، کو بنیاد بنا کر پاکستان کی شہ رگ، اس کی نظریاتی بنیاد پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا مذموم منصوبہ ہی یہ ہے کہ

وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا روح محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

جب کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے:

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اور اگر وہ نہ ہو تو:

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

اس قانون کا شاتمان رسول کو بھی فائدہ ہے کہ اب توہین رسالت کے تحت ایف آئی آر کٹتی ہے، مقدمہ بنتا ہے، کیس عدالت میں چلتا ہے، ملزم کو وکیل کرنے کو موقع ملتا ہے۔ جو بے قصور ہوتا ہے بچ جاتا ہے، قصوروار سزا پاتا ہے۔ لیکن اگر یہ قانون نہ رہے تو پھر ایسے لوگ عدالت میں نہیں بلکہ قبرستان میں جایا کریں گے۔

چناں چہ اسلامک ہیومین رائٹس فورم کے سربراہ مولانا زاہد الراشدی صاحب کا کہنا ہے کہ گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے موت کی سزا کا قانون ختم کرنے کا مطالبہ قطعی طور پر ناقابل قبول ہے اس لیے کہ اس کا تعلق ہمارے مذہبی معاملات، عقاید اور پاکستانی قوم کے اسلامی تشخص سے ہے۔ پاکستان کے غیور مسلمان اپنے مذہبی معاملات اور اسلامی تشخص میں کسی کو بھی مداخلت کا حق دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ تحریک تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پاکستان نے ایک مختصر پمفلٹ شائع کیا تھا، جس کے چند اقتباس درج ذیل ہیں:

''اے خوابیدہ مسلمان! کیا تجھے معلوم ہے کہ عیسائیوں، یہودیوں، ہندؤں اور قادیانیوں نے ایک خطرناک سازش کے تحت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وحرمت پر دھاوا بول دیا ہے۔ گوجرانوالہ میں عیسائیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لیٹر ینوں میں لکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام غلیظ گالیاں لکھ کر یہ پرچیاں سیکڑوں کی تعداد میں مسجد کے باہر پھینکی گئیں۔ تسلیمہ نسرین اور ملعون سلمان رشدی کے آوارہ قلم کے ذریعے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کو چرکے لگائے، یورپ اور امریکا میں بہت سے مقامات پر جوتوں پر کلمہ اور ''محمد'' کا لفظ لکھا۔ جرمنی کی کوکا کولا مشروب ساز فیکٹری نے اپنے مشروب کا ایک ایسا ڈبہ تیار کیا ہے جس میں ایک کتا اپنے ہاتھ میں سعودی عرب کا پرچم لے کر بھاگتے دکھایا گیا ہے۔ اس پرچم پر جلی حروف میں کلمہ طیبہ لکھا گیا ہے۔

توہین رسالت کی سزا پر احتجاج کرتے ہوئے قادیانیوں اور عیسائیوں نے پاکستان کے بہت سے شہروں میں جلوس نکالے جس میں اسلام اور علمائے اسلام کے بارے میں سخت توہین آمیز نعرے لگائے گئے۔ حالاں کہ یہ لوگ پاکستان میں صرف ۳ فی صد ہیں۔ ۹۷ فی صد مسلمان ہیں۔ تو یہ تین فی صد اقلیت، ۹۷ فی صد اکثریت کو اس طرح اذیت دینے پر کیوں تلی ہوئی ہے۔ قومی اسمبلی میں عیسائی نمایندہ طارق سی قیصر پوری اسمبلی کے سامنے حضرت عیسیٰؑ کو ''خدا کا بیٹا'' کہہ کر اُسی آئین پاکستان کی تضحیک کرتا ہے جس کے تحت اس نے حلف اٹھایا ہے۔ ہر کرسمس کے موقع پر یہ عیسائی مال روڈ پر کفریہ اور ارتدادی عبارتوں کے بینر لگاتے اور اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑاتے ہیں۔ وطن عزیز میں عیسائی درجن بھر رسائل شائع کرتے ہیں جن میں کھلے عام اسلام اور پیغمبر اسلام پر حملے کیے جاتے ہیں، پھر یہ عیسائی این جی اوز ہر وقت عیسائیت کی تبلیغ میں مصروف رہتی ہیں اور بہت سے مسلمانوں کو وہ عیسائی بنا چکے ہیں۔ علاوہ ازیں انھوں نے پاکستان میں پانچواں عیسائی صوبہ بنانے کا مطالبہ کر دیا ہے۔

اے مسلمان! ایک طرف تیری بے پروائیاں اور دوسری طرف تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تیرے غم میں بے قراریاں، ایک طرف تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا برستا ہوا ابر رحمت، دوسری طرف تیری جفاؤں اور بے حسی کی چلچلاتی دھوپ۔ تیرے نبی کو تیری دنیا کی

فکر، تیری آخرت کی فکر، تیری قبر کی فکر، تیرے حشر کی فکر، غرض تیرے ہر کام کی فکر۔لیکن اے مسلمان تو بھی اپنا معیار محبت دیکھ! بہت لٹ چکا! بہت سو چکا! اب بیدار ہو جا، ہوشیار ہو جا"۔

یہود و نصاریٰ کا خبث باطن

ابتدا ہی سے یہود و نصاریٰ اپنے پیغمبروں کی توہین کے عادی چلے آتے ہیں۔ چناں چہ بائبل پیغمبروں پر ان کے توہین آمیز الزامات سے بھری پڑی ہے۔اسی خصلت کے مطابق انھوں نے ابتداے اسلام ہی سے سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر بھی طرح طرح کے الزامات لگائے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف طریقوں سے جنونی ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے اور یہ تو ان کا پرانا الزام ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ گیارھویں صدی سے لے کر تیرھویں صدی عیسوی تک کی مسلسل دو سو سال کی صلیبی جنگوں میں ناکامی کے بعد عیسائیوں کے اس الزام میں مزید تیزی آ گئی اور مختلف انداز سے وہ اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے رہے۔

گذشتہ تین صدیوں سے مسلمان اپنے علمی، سیاسی اور فوجی انحطاط کے باعث کمزور ہونے لگے تو عیسائیوں کی اسلام، پیغمبر اسلام، قرآن اور مسلمانوں کے خلاف کردار کشی میں اضافہ ہونے لگا۔ بیسویں صدی میں یہود و نصاریٰ گٹھ جوڑ کے باعث اس تمسخر اور تضحیک میں اور اضافہ ہوتا گیا۔ چناں چہ بیسویں صدی کی آخری تین دہائیوں میں ایسے واقعات بکثرت رونما ہونے لگے جن سے مسلمانوں کا خون کھول اٹھتا تھا۔مگر ان کا احتجاج رسمی اور کمزور ہوتا تھا۔

شر انگیز مہم کی موجودہ واردات

آج کی دنیا میں طاقت کے بل بوتے پر مسلم تہذیب کو فتح کرنے کا چلن عام ہو رہا ہے۔خصوصاً نائن الیون کے بعد ملت اسلامیہ کی دینی غیرت وحمیت کو جانچنے کے لیے اہل مغرب کی تہذیبی یلغار میں بہت زیادہ تیزی و شدت پیدا ہو گئی ہے۔حرمتِ قرآن اور حرمتِ رسول کو پامال کرنے کے متعدد واقعات یکے بعد دیگرے سامنے آ رہے ہیں۔ مثلاً گوانتا ناموبے جزیرے میں بے بس اور معصوم قیدیوں پر ذہنی اذیت وتشدد کے دل دوز واقعات سامنے آ رہے

ہیں۔ رہا ہونے والے قیدیوں نے بتایا کہ ظالم تفتیشی افسر قرآن پاک کے اوراق کو پامال کرتے، ان پر بیٹھتے، کتوں کے آگے ڈالتے، قرآنی اوراق کو ٹائلٹ پیپر کے طور پر استعمال کرتے، ان پر پیشاب کرتے اوران کو فلش میں بہاتے، نعوذ باللہ۔ پھر یہود ونصاریٰ کی مشترکہ کاوشوں سے ''اکیسویں صدی کا قرآن'' انھوں نے شائع کیا "The True Quran" یا ''فرقان الحق'' کے نام سے یہ ناپاک جسارت سامنے آئی ہے۔ جس کی 77 سورتیں اور 336 صفحے ہیں۔ اس کو اومیگا اور وائن پیرس نامی اداروں نے مل کر امریکا میں چھاپا ہے۔ اس میں ہر سورت کی ابتدا میں بسم اللہ کے بجائے باپ بیٹے اور روح القدس کے نام سے بیان ہے۔ اس میں مسلمانوں کو ان کے عقاید سے منحرف کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ مگر ان سب موقعوں پر عالمِ اسلام کا احتجاج بہت کمزور رہا۔

ابوغریب جیل میں بے بس مسلمان قیدیوں پر بے حد شرم ناک مظالم سامنے آئے، مگر مسلمان ٹس سے مس نہیں ہوئے، تو اب انھوں نے تازہ ترین وار براہِ راست سرورِ کائنات پر کیا، جو اپنی نوعیت میں سنگین ترین جرم ہے۔ اس پر عالم اسلام تڑپ اٹھا ہے۔ پورا عالم اسلام سراپا احتجاج بن گیا ہے۔

اس سازش کی کڑیاں اگست 2005ء سے ملتی ہیں۔ جب ڈنمارک کا ایک مصنف جو بچوں کے لیے ایک کتاب لکھنا چاہتا تھا اور اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی منفی تصویر کشی کرنا چاہتا تھا۔ یہودیوں کے ایک اخبار جیلینڈ پوسٹن (Jyllands Posten) کے پاس آیا اور اس سے ایسے خاکے بنوانے کے لیے کہا۔ مذکورہ اخبار کے ایڈیٹر فلیمنگ روز نے ایسے کارٹون تیار کرنے کے لیے متعدد کارٹونسٹوں سے درخواستیں طلب کیں۔ بالآخر 40 منتخب کارٹونسٹوں میں سے صرف بارہ لوگ اس ناپاک جسارت کے لیے تیار ہوئے۔ یوں اس اخبار جیلینڈ پوسٹن' نے ان کے تیار کردہ 12 خاکے ستمبر 2005ء میں شائع کر دیے۔ اس پر گیارہ مسلم ممالک کے سفیروں نے ڈنمارک کے وزیر اعظم سے ملنے کی کوشش کی' مگر وزیر اعظم نے ملاقات ہی نہ کی۔ بعد ازاں ان خاکوں کو ناروے کے ایک اخبار نے بھی چھاپ دیا۔ اس پر کئی مسلم ممالک میں احتجاج ہونے لگا۔

مسلمان ممالک احتجاج کرتے رہے مگر طاقت کے زعم پر اہل یورپ نے کوئی نوٹس نہ لیا۔ 30 جنوری 2006ء کو فرانس کے ایک اخبار نے بھی یہ خاکے چھاپ دیے۔ بعد ازاں تو یورپ کے مختلف ممالک میں یکے بعد دیگرے یہ خاکے چھپتے ہی چلے گئے۔ صدر بش کی پشت پناہی مکمل طور پر موجود تھی۔ حتیٰ کہ اس نے کہا: ''ہم ہر احتجاج کو مسترد کرتے ہیں''۔

اسی دوران اٹلی کے وزیر برائے اصلاحات رابرٹو کینڈولی نے اعلان کر دیا کہ وہ توہین آمیز خاکوں پر مبنی کارٹونوں کے پرنٹ والی شرٹیں لوگوں میں تقسیم کر رہا ہے۔ وہ خود بھی یہ شرٹ پہنے گا اور لوگوں میں بھی تقسیم کرے گا۔ وہ تو بھلا ہوا اٹلی کے وزیر اعظم کا کہ اس نے اس شرانگیزی کا نوٹس لیتے ہوئے اس وزیر کو برخاست کر دیا۔

اگر یکم فروری کو فرانس اور بعد ازاں جرمنی، اٹلی اور سپین یہ گستاخانہ خاکے شائع نہ کرتے تو شاید معاملہ اتنا آگے نہ بڑھتا۔ لیکن اب تو تمام مسلمان ممالک سراپا احتجاج بنے ہوئے ہیں۔ ان کی اس دانستہ شرانگیزی سے مسلمان ممالک کا ردعمل بہت شدید ہو گیا ہے۔ مثلاً دمشق میں مشتعل نوجوانوں نے ڈنمارک اور ناروے کے سفارت خانے جلا دیے۔ غزہ سٹی میں جرمن سنٹر پر پتھراؤ ہوا۔ اسرائیل میں بھی مظاہرہ ہوا۔ لندن میں ڈینش ایمبیسی کے باہر لوگوں نے مارچ کیا۔ برلن میں بھی مظاہرین سے پولیس کی جھڑپ ہوگئی۔ ترکی میں بھی زبردست مظاہرہ ہوا۔ پاکستان میں لاہور، کراچی، پشاور، ملتان اور فاٹا کے علاقوں میں بھی لوگوں نے شدید غم و غصے کا اظہار کیا۔ عرب ممالک نے گستاخی کے مرتکب اخباروں کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرنے کا فیصلہ کیا۔ OIC نے خاکوں کی مذمت پر مبنی بیان جاری کیا۔ مسلم ممالک کے سربراہان نے اپنے اپنے طور پر شدید غم و غصہ کا اظہار کیا۔ پاکستان کے صدر اور وزیر اعظم نے بھی اپنے مذمتی بیانات میں ان گستاخانہ کارٹونوں کی اشاعت کو احترام عقاید کے خلاف قرار دیا۔ عراق و افغانستان میں بھی مظاہرین نے شدید ردعمل کا اظہار کیا۔ مگر اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان نے کہا: ''اگر مسلمان تہذیبوں کے تصادم کو روکنا چاہتے ہیں تو انھیں ڈنمارک کے اخبار کی معذرت کو قبول کر لینا چاہیے''۔ جب کہ امریکا بھی آزادی رائے کے حق کو مزید بڑھا رہا ہے اور یورپ کی شرانگیزی کی پوری حمایت کر رہا ہے۔ اس وقت یہ

خاکے بنانے والے کارٹونسٹ روپوش ہیں اور پولیس انھیں سخت سیکیورٹی فراہم کر رہی ہے۔ سب سے منفی اور گستاخانہ کارٹون بنانے والا شخص اس وقت امریکا کی خصوصی پناہ میں رکھا گیا ہے۔ بہر حال یہ خاکے مختلف یورپی اور امریکی اخبارات میں تقریباً 100 سے زاید بار چھپ چکے ہیں۔

جوں جوں ان خاکوں پر مسلمانوں کی طرف سے احتجاج بڑھ رہا ہے اور اہل مغرب کی طرف سے اظہار رائے کی آزادی کا پرچار کیا جا رہا ہے۔ اپنے اس دعویٰ کو ٹھوس بنانے کے لیے بعض یورپی کمپنیوں نے ہندوؤں کے دیوی دیوتاؤں کی عریاں تصویریں ٹشو پیپر پر چھاپ دی ہیں۔ اس پر بھارت کے متعدد سرکردہ سیاست دانوں نے وزیر اعظم من موہن سنگھ کی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے پیش نظر ڈنمارک کے ساتھ تعلقات ختم کرے اور مقدس دیوتاؤں کی شبیہ بنانے پر بھی سخت احتجاج کرے۔ ایک ہندو تنظیم نے ای ایف حسین ڈینش کارٹونسٹ کو دیوی دیوتاؤں کی تصاویر بنانے پر قتل کرنے والے کے لیے 11.5 ملین ڈالر دینے کا اعلان کیا ہے۔ (یعنی 51 کروڑ روپے)

مسلمان ان خاکوں کے خلاف سراپا احتجاج بنے ہوئے ہیں مگر مغرب یکے بعد دیگرے ان خاکوں کے حق میں اور دفاع کے لیے دلائل دے رہا ہے کہ یہ آزادی اظہار کا حق ہے۔ جرمنی کے اخبار Die Wert نے ایک خاکہ اپنے صفحہ اول پر شائع کرتے ہوئے لکھا کہ ''توہین کرنا (Right to Blasphemy) جمہوریت کی دی ہوئی آزادیوں میں سے ایک آزادی ہے''۔ فرانس کی وزارت خارجہ نے کہا کہ وہ ایسے خاکے شائع کرنے پر کسی قسم کی معذرت کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ یہ اس اخبار کا حق ہے اور وہ اس حق کی مخالفت نہیں کریں گے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان خاکوں کے خلاف مسلمانوں کا احتجاج بڑھتا گیا۔ پہلے مصر، سعودی عرب اور فلسطین میں مظاہرے ہوئے۔ سعودی عرب اور لیبیا نے ڈنمارک کی مصنوعات کا بائیکاٹ کر دیا۔ اس بائیکاٹ سے ڈنمارک کو بے حد مالی نقصان پہنچنے لگا تو 31 جنوری 2006ء کو ڈنمارک کے مذکورہ اخبار نے مسلم آبادی سے معذرت کر لی تھی۔ مگر اس سے اگلے دن یعنی یکم فروری کو یہ خاکے فرانس کے اخبار "Paris Soir" میں شائع ہوئے۔

مذکورہ اخبار نے ان خاکوں اور کارٹونوں کو شائع کرنے کے ساتھ ایک جملہ لکھا جس نے سارا راز طشت از بام کر دیا۔ اخبار نے پہلے صفحے پر بدھ مت، یہودی، مسلم اور مسیحی خداؤں کا خاکہ اڑایا اور لکھا کہ ہمیں یہ حق حاصل ہے کہ ہم خدا کا خاکہ اڑائیں۔ پھر اس فرانسیسی اخبار نے اندرونی صفحوں پر تمام خاکے شائع کر دیے۔ اور ساتھ یہ بھی لکھا کہ کوئی مذہبی عقیدہ ایک جمہوری اور سیکولر معاشرے میں اپنا تسلط قائم نہیں کر سکتا۔

''یورپی ممالک اور امریکا کا ان خاکوں کو یکے بعد دیگرے چھاپتے چلے جانا اور پھر حکومتوں کا یہ موقف کہ یہ ''آزادی اظہار ہے ہم اس کی مخالفت نہیں کر سکتے''۔ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ ان خاکوں کے پیچھے کوئی باقاعدہ مہم ہے۔ کسی قوت نے باقاعدہ اس کے لیے کام کیا ہے۔ دراصل ان خاکوں کے پیچھے یہودی ذہن کام کر رہا ہے جو عیسائیوں اور مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر اپنی عالمی حکومت کی راہ ہموار کرنا چاہتا ہے۔ مثلاً ''ان بارہ خاکوں میں سے سب سے زیادہ قابل اعتراض خاکہ نمبر 4 ہے' جس میں اوپر یہودیوں کا 6 کونوں والا ستارہ ہے اور نیچے چاند ہے۔ جو یہودی موجودگی ثابت کر رہا ہے۔ اسلام دشمنی میں یہود ہر دور میں سرفہرست رہے ہیں اور ہمیشہ زیر زمین رہ کر دوسروں کے کندھے استعمال کرتے ہوئے دشمنی کرنے کا ریکارڈ رکھتے ہیں۔ ان کے طے شدہ منصوبے میں یہ تحریر موجود ہے کہ: ''ہم گوئم (غیر یہود) کے دلوں سے ایمانیات کو کھرچ دیں گے''۔

''ہم غیر یہود کے تصور خدا کی روح کی دھجیاں بکھیر کر اس کی جگہ مادی فوائد اور حسابی قاعدے لے آئیں گے''۔ (Protocols 3:4)

''طویل عرصہ سے ہم نے یہ محنت کی ہے کہ غیر یہود میں پاپائیت اور مولویت کو بے وقار بنا دیں گے اور دھرتی کے سینے پر ان کے مشن کو تباہ و برباد کر دیں گے جو ہمارے راستے میں سنگ گراں سے کم نہیں ہیں''۔ (Protocols 17:2)

پاپائیت تو اب مفتوح ہو چکی ہے۔ جس کا ثبوت امریکا، برطانیہ اور دیگر یورپی ممالک کا اسرائیل کی حفاظت کے لیے بہ بانگ دہل سینہ سپر ہونا ہے۔ لے دے کے مدمقابل اسلام ہے اس کے تصور خدا کی روح، جو رسالت کی روح سے مشروط ہے، کی دھجیاں بکھیرنے کے

لیے مختلف انداز اپنائے جا رہے ہیں جن میں سے ایک میڈیا ہے۔ یہ مؤثر ترین انداز بلکہ دو دھاری تلوار ہے۔ مثلاً میڈیا کے ذریعے جنسی ہیجان پیدا کرنے کے لیے مخلوط پاپ گانے، اچھل کود اور جنسیت سے بھرپور ڈرامے ہیں۔ دوسری طرف امتِ مسلمہ پر شدت پسندی اور مذہبی انتہا پسندی کا الزام ثابت کرنے اور پھر اس کی سزا دینے کا جواز پیدا کرنے کی خاطر ایسا مواد شائع کرنا کہ امتِ مسلمہ کے جذبات انگیخت ہوں، وہ احتجاج کریں' اور اس پُرامن احتجاج کا رخ اپنے ایجنٹوں کے ذریعے تشدد کی طرف موڑ دیں۔ جیسے حالیہ دنوں میں شام اور بیروت میں کیا گیا۔ پھر خود ہی سزا دینے کے لیے خم ٹھونک کر کھڑے ہو جائیں۔ بعینہٖ اسی طرح جیسے افغانستان اور عراق پر حملے کا طے شدہ منصوبہ بروئے عمل نہیں آ سکتا تھا' اگر 11 ستمبر 2001ء کو موساد اور CIA کے اشتراک سے ورلڈ ٹریڈ سنٹر تباہ نہ کیا جاتا اور پینٹا گان پر حملے کا ڈرامہ نہ رچایا جاتا''۔ (ہفت روزہ ایشیا' 16 تا 22 فروری 2006ء از عبدالرشید ارشد، ص 14-15)

پاکستان کا ردعمل

پاکستان میں بھی مسلمانوں نے ان سازشوں پر گہرے ردعمل کا اظہار کیا ہے۔ مگر اس وقت ہمیں جوش سے زیادہ ہوش سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ اپنی املاک کے توڑ پھوڑ سے غیر مسلموں اور شر پسندوں کو کیا نقصان پہنچے گا۔ وہ تو خوش ہیں کہ اس طرح مسلمان اپنے ہی ممالک میں دہشت گردی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ لہٰذا ہمیں اس سازش کے پس پردہ عوامل پر غور وخوض کرنے کی ضرورت ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ کوئی مفید، متفقہ لائحہ عمل بھی بنانا ضروری ہو گیا ہے۔

''اب ہمارے علما، صحافی سیاستدان اور دانش ور حضرات کو مل بیٹھ کر غور کرنا چاہیے کہ ''پوری دنیا میں نفرت اور خون خواری کا ماحول بنا کر عالمی قوتیں کون سے مفاد حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ کیا مسلمانوں کو ان مظاہروں میں الجھانا ایران و شام کے خلاف کسی انتہا پسند اقدام کا پیش خیمہ تو نہیں ہے؟ کیا یہ عالم اسلام کی واحد ایٹمی قوت پاکستان کے خلاف کوئی سازش تو نہیں؟ جن قوتوں نے عراق اور افغانستان کو میدان جنگ بنا رکھا ہے کیا وہ اس میدان جنگ کو وسیع تر کرنے کی تو نہیں سوچ رہے''۔ (اداریہ روزنامہ نوائے وقت 17 فروری 2006ء)

مغرب کا پیغامِ رواداری یا منظّم دہشت گردی؟

ان خاکوں کی اشاعت پر اہل مغرب نے مسلمانوں کے احتجاج کو مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہم مسلمانوں کی دھمکیوں سے مرعوب نہیں ہوں گے۔ ڈنمارک کی مصنوعات کا بائیکاٹ پورے یورپ کا بائیکاٹ سمجھا جائے گا اور کسی بھی یورپی شخص پر حملہ پورے یورپ پر حملے کے برابر ہوگا۔

تعجب تو یہ ہے کہ انسانی حقوق کی تنظیمیں بھی اس وقت بالکل خاموش ہیں۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل، اقوام متحدہ کا انسانی حقوق کمیشن اور دیگر بین الاقوامی ادارے مکمل طور پر خاموش تماشائی بنے ہوئے مجرمانہ غفلت برت رہے ہیں۔ جب کہ مسلمانوں کی معمولی سی بات کو افسانوی رنگ دے کر حقوق انسانی کی پامالی کا رونا رویا جاتا ہے۔ بلکہ الٹا ڈنمارک ریڈیو چینلز مسلسل یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ یہ مسلمان تو ہمارے لیے کینسر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کا ایک ہی علاج ہے کہ اگر ہم انھیں ہلاک نہیں کر سکتے تو کم از کم ان کو یورپ سے باہر دھکیل کر ان کا آپریشن کر دیں۔ ان کو قید کریں یا پھر روس کے جیل خانوں میں بھیج دیں۔

یہ اوچھے ہتھکنڈے اتنے بڑھ چکے ہیں کہ امریکا میں ایک فیکٹری نے ٹشو پیپر پر اسامہ بن لادن کی تصویریں چھاپنے کا اعلان کیا تو اسے اتنے آرڈرز ملے کہ دن رات اپنی فیکٹری چلا کر بھی آرڈرز کی تکمیل اس کے لیے مشکل بن گئی تھی۔

کیا یہ المیہ نہیں کہ مسلمان تمام پیغمبروں پر ایمان لائیں، ان کا احترام کریں۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لائے بغیر ان کا ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ پھر بھی وہ دہشت گرد قرار پائیں جب کہ عیسائی مل کر پیغمبر آخر الزماں کے خلاف عملاً یہ طوفان بدتمیزی برپا کریں اور مسلمانوں کے جذبات کی پروا کیے بغیر زہر اگلتے جائیں۔ تو پھر خود ہی فیصلہ کریں دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد اور فسادی کون ہے جس نے دنیا کے پورے امن و امان کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا ہے۔

یہودیوں کے افسانہ ''ہولوکاسٹ'' کو ایک برطانوی مؤرخ ڈیوڈ ارونگ تحقیق کر کے اسے جھوٹا قرار دے تو اس کو سترہ سال بعد بھی اس جھوٹ کی کڑی سزا سہنی پڑے جب کہ

خود مسلمان تو کجا، ان کے پیغمبر کے خلاف اتنی دریدہ ذہنی ہو اور پھر وہ اس پر معافی بھی مانگنے کو تیار نہ ہوں بلکہ الٹا اس پر فخر کریں۔ تو پھر اس واضح فساد اور ہٹ دھرمی کا علاج مسلمانوں کو سوچنا تو پڑے گا۔

اس وقت بہت سے مسلم نوجوان حرمتِ رسول کی پامالی پر پیچ و تاب کھا رہے ہیں۔ انھی غیور اور جری مسلمانوں میں سے ایک تابناک کردار عامر چیمہ شہید کا ہے۔

پاکستان کا شاہین صفت 33 سالہ نوجوان عامر چیمہ بیہودہ خاکوں کی اشاعت کے موقع پر جرمنی میں ایم۔ ایس۔ سی انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ اس نے 20 مارچ 2006ء کو (برلن پولیس کے بیان کے مطابق) توہین آمیز خاکے شائع کرنے والے برلن کے ایک روزنامے Die Welt کے ایڈیٹر پر قاتلانہ حملہ کیا۔ جس سے ایڈیٹر کو گہرے زخم آئے۔ پولیس کے گارڈ نے آگے بڑھ کو عامر کو گرفتار کر لیا۔ اسے جیل میں ڈال دیا گیا۔ 4 مئی کو پولیس کی طرف سے جرمنی میں مقیم اس کی ایک بہن صائمہ کو خبر ملی کہ عامر نے جیل میں خودکشی کر لی ہے۔ جبکہ اصل بات یہ تھی کہ وہ پولیس تشدد کے باعث شہید ہو گیا تھا۔ بعد ازاں پاکستانی سفارتخانے کے توسط اس کی میت پاکستان پہنچائی گئی۔ 13 مئی کو حکومتِ پاکستان نے شہید کی میت وزیرآباد کے نزدیک اس کے آبائی گاؤں ساروکی چیمہ میں پہنچائی۔ آہوں سسکیوں اور اللہ اکبر کے نعروں کے درمیان عامر چیمہ شہید کی پہلی نماز جنازہ میں 2 لاکھ افراد نے شرکت کی۔ بعدازاں کئی مقامات پر اس کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔ اس طرح عامر چیمہ شہادت کے بلند مرتبہ پر فائز ہو گیا۔

لائحہ عمل کیا ہونا چاہیے

1492ء میں مسلمانوں کو مسلسل انتشار میں مبتلا رکھ کر عیسائی مسلمانوں کو سپین سے نکالنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ اس کے بعد انھوں نے مسلسل اسی اصول پر کام کیا کہ مسلمانوں کو فرقہ پرستی اور انتشار میں مبتلا کر کے ان کو کمزور کرتے چلے جاؤ۔ تقسیم کرو اور حکومت کرو' ان کا مسلمانوں کے سلسلے میں عرصہ دراز سے معمول رہا ہے۔ مسلمانوں کے پاس بھی اس کا تیر بہدف علاج موجود ہے۔ رشتۂ اخوت کو بحال کرنا اور اسے مضبوط تر بنانا۔

جب تک مسلمان متحد نہیں ہوتے' اس صورت حال سے نہیں نکل سکتے۔ اس وقت تمام مسلمانوں کا اتحاد وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔

مسلمانوں کے پاس ہر طرح کے مادی وافرادی وسائل بے شمار ہیں۔ان کے پاس وحی الٰہی کی جاندار زریں تعلیمات موجود ہیں۔ مگر مسلمان منتشر ہیں مسلمانوں میں ایمان کی کمزوری، دین سے دوری، دولت سے محبت، جذبہ جہاد کا فقدان اور عالم کفر کے بارے میں مشترکہ پالیسی کا فقدان ہے۔ عالم اسلام کو متحد ہو کر ان شر پسندوں سے نمٹنا ہے اور ان کی زہر اگلتی زبانوں کو لگام ڈالنا ہے۔ ان کی منظم ثقافتی، عسکری اور میڈیا کی دہشت گردیوں کا جواب اپنے مضبوط اتحاد' مضبوط ایمان اور عمل صالح سے دینا ہے۔ آج مسلمانوں کو شاہ فیصل شہید جیسے جری رہنما کی ضرورت ہے۔ ان مغربی آقاؤں سے ڈرتے ہوئے مسلم حکمرانوں کا کمزور سا احتجاج ان کے اوپر کوئی اثر نہیں ڈال سکتا۔ ان کے سامنے مضبوط بن کر، متحد ہو کر، کفر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ڈٹ کر احتجاج کرنے کی ضرورت ہے۔ جس کی مختلف شکلیں درج ذیل ہیں۔

1۔ اسلامی کانفرنس تنظیم کے پلیٹ فارم سے تمام مسلمان حکمرانوں کا متفقہ اعلان ہو کہ جب تک ڈنمارک اپنی شر پسندی پر تمام مسلمانوں سے معافی نہیں مانگتا۔ تمام مسلمان ممالک اس سے سفارتی تعلقات منقطع کیے رکھیں گے۔ (محض وزراے خارجہ کا اجلاس کافی نہیں)

2۔ اس کا معاشی بائیکاٹ جاری رکھا جائے۔ سعودی عرب، لیبیا اور فلسطین کی طرح سب مسلم ملک یہ بائیکاٹ کریں تاکہ آئندہ کوئی ملعون ایسی جسارت نہ کر سکے۔

3۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں مسلمانوں کو کم از کم ایک نشست ضرور حاصل کرنی چاہیے، جو بوقت ضرورت اسلام کے مخالفین کا منہ اپنی ویٹو پاور سے بند کر سکے۔

4۔ مسلمانوں میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم کو عام کیا جائے۔

5۔ بین الاقوامی مسلم فوج، بین الاقوامی مسلم کرنسی، مسلمانوں کے باہمی تعلیمی، ثقافتی اور تجارتی وفود کے تبادلے وقت کی اہم ضرورت ہیں۔

6۔ دینی مدارس کا وقار بحال کیا جائے۔ مسلم ممالک میں نظام تعلیم کو درست جہت دی جائے۔ اپنی نوخیز نسلوں کو مسلسل قرآن و سنت کی طرف راغب کیا جائے۔ ان میں ایمانی حرارت پیدا کی جائے۔ توحید، رسالت اور آخرت کے بارے میں عقاید کو مضبوط کیا جائے۔ عمل صالح کی فضا پیدا کی جائے۔ بے حیائی اور مغربی آبرو باختہ تہذیب کے بجائے حیا اور ستر وحجاب کے چلن کو عام کرنا ضروری ہے۔

7۔ سپورٹس اور کھیل وتفریح ضروری ہیں، مگر یہ جذبۂ جہاد کی قیمت پر نہیں ہونے چاہییں۔ انبیائے کرام، صحابہ کرام اور مجاہدین کا نوخیز نسلوں کے دلوں میں قدر و احترام پیدا کیا جائے۔ گویوں، میراثیوں اور بھانڈوں کو مرکز نگاہ بنانے کے بجائے علما وفقہا کو احترام دیا جائے اور ان کے وقار کو بحال کیا جائے۔

8۔ تمام مسلم ممالک کو اپنے دوستی اور دشمنی کے پیمانے بھی از سرنو ترتیب دینے ہوں گے۔ قرآن کا بصیرت افروز پیغام یہی ہے کہ یہود و نصاریٰ کبھی تمھارے دوست نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا ہر مسئلے میں (جو خود انھی کے پیدا کردہ ہیں) ان کی طرف دیکھنے کے بجائے مسلمان خود اپنی سیاسی پالیسیاں تشکیل دیں۔ کسی ایک مسلمان ملک پر یہود، نصاریٰ اور ہنود کا حملہ پوری امتِ مسلمہ پر حملہ تصور کیا جائے، مل کر لائحہ عمل تیار کر کے جواب دیا جائے۔

9۔ مسلمان حکمران اپنے اقتدار کے لیے وائٹ ہاؤس کی طرف دیکھنے کے بجائے اپنے عوام کی خدمت کریں۔ ان کے جذبات کا احساس کریں۔ ان کو اہل مغرب کی خاطر فتح کرنے کے بجائے ان کے ہمدرد اور خیر خواہ بنیں۔ وہ اسلام کے شورائی اور جمہوری نظام کو اپنائیں۔

10۔ مسلمانوں کو میڈیا کے میدان میں بھرپور کوششوں کی ضرورت ہے۔ انھیں اس سلسلے میں بین الاقوامی معیار کے TV-Channels اور اخبارات سامنے لانا ہوں گے۔ ایک الجزیرہ چینل کی طرح کے چینلز اس وقت مسلمانوں کی بہت بڑی ضرورت ہیں۔ جو اسی طرح اہلِ مغرب کی دہشت گردی کو نمایاں کر کے ان کو لگام دیں۔ وہ آزادی اظہار کی حدود بھی مقرر کرائیں۔ اسلام کی امن و سلامتی والی تعلیم کو دنیا میں عام

کریں اور مسلمانوں کو ایمان وعمل صالح کی تعلیم دے کر انھیں مضبوط اور جری بنائیں۔

11۔ علمائے امت پر اس وقت بھاری ذمہ داری عاید ہوتی ہے۔ وہ اپنی صفوں میں اتحاد و یک جہتی پیدا کریں۔ عوام کو اختلافات کی دَل دَل سے نکال کر صرف ''مسلمان'' بنائیں، مسلمانوں کو موت وحیات کا حقیقی فلسفہ سمجھائیں، انھیں حُبِّ دنیا سے بچنے اور آخرت کی تیاری کرنے کے گر سکھائیں۔ حکمرانوں پر اور عامۃ الناس پر بھی یہ ذمہ داری عاید ہوتی ہے کہ وہ اپنے معاشرے میں دینی تعلیم کا قرآن وسنت کا اور علما کا وقار بحال کریں۔ غیر ملکی آبرو باختہ تہواروں کے دلدادہ بننے کے بجائے اسلامی شعائر کی قدر کرنا سیکھیں۔ اسی طرح مغربی مصنوعات کا بائیکاٹ کر کے مسلم ممالک کی مصنوعات کو استعمال کریں۔

12۔ اسلام کی دعوت کو جدید اسلوب میں پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ کسی معذرت خواہانہ رویے شرمندگی یا مرعوبیت کی موجودگی میں ہم مسلمان کی حیثیت سے زندہ نہیں رہ سکتے۔

13۔ مغربی دانش وروں سے اور مغربی عوام سے مکالمے کی ضرورت ہے۔ جنگ اور مخالفت کے بجائے بین المذاہب مکالمہ امن وسکون رواداری اور احترام کو فروغ دینے میں ممدومعاون ثابت ہوسکتا ہے۔ ہمیں اپنے دین کی اہم سچائیوں کو، اپنے علم وفکر کی برتری کو، ہتھیار بنا کر اسلام کے اعلیٰ اخلاق کو عملی سانچے میں ڈھال کر آگے بڑھنا ہوگا۔ قلم کی کاٹ یقیناً تلوار کی کاٹ سے زیادہ بڑی ہے۔ اس وقت بھی یہ خاکے آخر قلم ہی کی کاٹ ہیں۔ جنھوں نے پوری دنیا کے مسلمانوں کو غم و پریشانی میں مبتلا کر دیا ہے۔ تو پھر قلم کی حرمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اصل حق کو واضح طور پر پیش کرنا بڑا ضروری ہے۔ جہاد، حقوق نسواں، سود، دہشت گردی جیسے مسائل پر اسلام کی اصل تصویر پیش کر کے اسلام اور اہل اسلام کا وقار بحال کیا جائے۔

14۔ اسلامی کانفرنس تنظیم اور اسلامی تنظیموں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ پایدار علمی منصوبے تشکیل دیے جائیں۔ فوری طور پر تو غیر مسلم دانشوروں کا حضور کو خراجِ عقیدت اور اسلام میں توہین رسالت کی سزا جیسے پمفلٹ یا دو ورقے یورپی زبانوں میں ترجمہ

کرا کے انٹرنیٹ پر لائے جائیں نیز شائع کر کے وہاں عام آدمی تک پہنچائے جائیں۔ اور پھر سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپؐ کی حیات مبارکہ اور آپؐ کے سنہری کارناموں کی وسیع پیمانے پر یورپی زبانوں میں اشاعت ہو۔ عالمی تہذیب کی تشکیل میں سرور کائناتؐ کے کردار کو نمایاں طور پر اجاگر کیا جائے۔ اسلام کو امن وسلامتی کا دین اور پیغمبر اسلام کو رحمت للعالمین ثابت کیا جائے مغرب کے متعصب پادریوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام کی جو گھناؤنی تصویر مغربی عوام کے ذہنوں میں مرتسم کر رکھی ہے اس کے ازالے کے لیے تبلیغ اور تصنیف و تالیف کے ذریعے اہل مغرب میں بہت زیادہ کام کرنے کی ضرورت ہے۔

15- ہمیں اپنا بھی مسلسل احتساب کرتے رہنا ضروری ہے۔ اپنی زندگیوں، اپنے گھروں اور اپنے معاشرہ سے چن چن کر غیر اسلامی رویے نکالنا اور اسلامی طرزِ زندگی اختیار کرنا بہت ضروری ہے۔

16- مغرب سے قرضے لینا اور پھر انھی سودی قرضوں کی روشنی میں اپنی پالیسیوں کو ترتیب دینا ہمیں مغرب کا بے دام غلام بنا دیتا ہے۔ ہمیں اپنی معاشی پالیسیاں مسلم ممالک کے ساتھ مل کر طے کرنی چاہییں۔ اگر ہم مغرب سے قرضے لینا چھوڑ دیں۔ اور ان کی مصنوعات کے بجائے مسلم مصنوعات پر زور دیں تو اس سے بھی اہل مغرب کو خوب سبق مل سکتا ہے۔ اس وقت بھی سعودی عرب نے ڈنمارک کا جو معاشی بائیکاٹ کیا تو وہ معافی مانگنے پر مجبور ہو گیا۔ صرف معاشی مار ہی ان کے دماغ کو ٹھکانے پر لا سکتی ہے۔ اس وقت مسلمان ممالک کے (گیارہ سو ارب) ڈالر مغربی ممالک میں جمع ہیں جب کہ مسلمان ممالک نے عالمی مالیاتی اداروں کے صرف 850 ارب ڈالر دینے ہیں۔ مسلمانوں کی یہی رقم عالمی مالیاتی ادارے مسلمانوں کو قرض دے کر ان پر اپنی معاشی و سیاسی اور تہذیبی پالیسیاں مسلّط کرتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس مسئلہ میں بھی مسلم امہ ایک مشترکہ لائحہ عمل طے کرے تاکہ مغربی ممالک کی طرف سے دینی، معاشی، سیاسی، اقتصادی، ثقافتی اور دیگر معاملات پر تابڑ توڑ حملوں کا مقابلہ کر سکے۔

مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ کو تو یہ بات بھی پسند نہیں کہ کوئی مسلمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اونچی آواز سے بولے وگرنہ اس کے سارے عمل غارت ہو کر رہ جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا ابولہب کو اسی بدزبانی کی سزا رب العالمین نے اس طرح دی کہ قرآن پاک میں سورہ لہب نازل فرما کر رہتی دنیا تک ابولہب پر پھٹکار نازل کر دی۔ آج پھر ابولہب کی نسل نے اس غیرت مند جبار وقہار رب العالمین کو للکارا ہے۔

کفر ہماری جن کمزوریوں کی بنا پر اتنا دلیر اور بے لگام ہو چکا ہے۔ وہ کمزوریاں ختم کر کے ہمیں اہلِ کفر کو ٹھوس پیغام دینا ہے۔ وہ اپنی مادر پدر آزاد تہذیب کو مسلم ممالک میں زبردستی ٹھونس کر عام مسلمانوں کو بزدل اور بے آبرو بنانا چاہتے ہیں تاکہ اپنے پیغمبر کی محبت ان کے دل سے نکل جائے۔ روشن خیالی کے نام پر غیرت سے تہی دامن مسلم حکمرانوں کے ذریعے دین بے زار پالیسیاں نافذ کر کے اور مغرب پرست این جی اوز کے ذریعے ان کو معاشرے کے نچلے طبقوں تک پہنچانا چاہتے ہیں تاکہ ان کو مسلمانوں کے اندر سے غدار کردار مل سکیں۔

ہمیں قرآن پاک کے اس بصیرت افروز پیغام کو از سرنو سمجھنے اور سمجھانے کی ضرورت ہے:

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ: وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ○ (سورۃ آل عمران ۱۱۸:۳) 'ان کے دل کا بغض ان کے منہ سے نکلا پڑتا ہے اور جو کچھ وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے شدید تر ہے۔

''اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا رفیق نہ بناؤ یہ آپس میں ہی ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ اور اگر تم میں سے کوئی ان کو اپنا رفیق بناتا ہے تو پھر اس کا شمار بھی انھی میں سے ہوگا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ظالموں کو اپنی رہنمائی سے محروم کر دیتا ہے۔'' (سورۃ مائدۃ ۵:۵۱)

اب اسلامی کانفرنس تنظیم کے ذریعے تمام عالم اسلام کو متحد ہو کر اقوامِ متحدہ سے اپنے استحکام کی خاطر چند مطالبات ضرور کرنے چاہییں۔ مثلاً

۱۔ اظہارِ رائے کی آزادی کی حدود متعین کی جائیں، کسی کے عقیدے مذہب انبیا کرام مذہبی شخصیات کے خلاف لکھنا جرم قرار دیا جائے اور اس کی خلاف ورزی پر اس جرم کی وہی سزا دی جائے جو ان کے مذہب میں رائج ہے۔

مذہبی شخصیات کے خلاف لکھنا جرم قرار دیا جائے اور اس کی خلاف ورزی پر اس جرم کی وہی سزا دی جائے جو ان کے مذہب میں رائج ہے۔

لہٰذا یہ توہین آمیز خاکے بنانے والے کارٹونسٹ اسلامی کانفرنس تنظیم کے حوالے کیے جائیں۔

اسلام کے خلاف لکھنے والے مسلم مصنفین مثلاً سلمان رشدی بنگلہ دیش کی تسلیم نسرین (جو اس وقت برطانیہ اور امریکا کی حفاظت میں ہیں کو عالمِ اسلام کے حوالے کیا جائے تاکہ وہ ان کو کیفرِ کردار تک پہنچا سکیں)۔

کسی بھی مذہب کے عبادت خانوں پر بمباری یا حملہ جرم قرار دیا جائے۔ مسلمانوں کی مساجد کا تقدس مجروح نہ کیا جائے۔ بھارت میں بابری مسجد کو شہید کروانے والے ایل۔ کے۔ ایڈوانی کو اس جرم کی پاداش میں سزائے موت دی جائے اور بھارت پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ اس مسجد کو دوبارہ تعمیر کروا کر مسلمانوں کے حوالے کرے۔

عراق و افغانستان جیسے آزاد ممالک پر حملے بند کیے جائیں۔ وہاں سے امریکا اپنی فوج واپس بلائے اور ان ممالک پر حملے کے ہرجانے کے طور پر ان کو تاوان جنگ ادا کرے۔ تمام مسلمان قیدیوں کو آزاد کریں۔ مسلمانوں پر ظلم و تعدی بند کی جائے۔ قرآن کے خلاف لکھنا بند کیا جائے۔ اسلامی شعائر کی توہین و تضحیک کا سلسلہ ختم کیا جائے وغیرہ۔

مسلمانوں کو سلامتی کونسل کی ایک مستقل سیٹ دی جائے۔ اگر مسلمانوں کے یہ مطالبات تسلیم نہیں کیے جاتے تو پھر مسلمانوں کو متحد ہو کر اپنا الگ بلاک بنانا ضروری ہو جاتا ہے۔ جس کا نام وہ Muslim United Organization یعنی ایم۔ یو۔ او ہو۔

توہین رسالت کی اس لرزہ خیز واردات نے مسلمانوں کو متحد ہو کر سیسہ پلائی ہوئی دیوار بننے کا بہت بڑا موقع فراہم کر دیا ہے۔ ایمان کا معاملہ ہے۔ دل زخموں سے چور ہیں عوام اس وقت کچھ کر گزرنے کے لیے جان کی بازی لگانے کو تیار بیٹھے ہیں۔ حرمت رسول پر جان قربان کرنے کو اپنے لیے تمغۂ شہادت سمجھتے ہیں۔ لہٰذا اس موقع پر اسلامی کانفرنس تنظیم کے لیے اپنا تاریخ ساز کردار ادا کرنے کا مرحلہ آن پہنچا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اس شر میں سے خیر برآمد کرنے کے لیے ہمارے لیے حالات سازگار بنا رہا ہے۔